لاہور کی دفتری، انتظامی اور عدالتی اردو نثر

(انیسویں صدی کے نصف دوم میں)

ڈاکٹر نسیمہ رحمان*

Abstract:

With the advent of East India Company's officers, there came lower staff from U.P, Bihar and Bengal for facilitation of governance in Lahore. They were East India Company's well trained Urdu speaking people. Company's officers also spoke Urdu and for their own convenience they become patrons of Urdu in place of Persian and Punjabi. Urdu was made the language of judiciary and district level government and from there onwards Urdu prose started evolving. Urdu being the vernacular language in colonial era, for the first time it was used for official, governmental and judicial matters. Consequently, summons, letters, judicial orders, translations and explanation of books on law were released in Urdu. Thus "Sarkari Akhbar" (1858), "Gunja-e-Shaigan" (1860), "Aanwar-u-Shamas" (1867) and "Aataleeq-e-Punjab" (1869) promoted official and judicial prose with regard to subject and style.

انگریزی عہد میں ۱۸۵۰ء کے بعد لاہور علم وادب کے ایک نئے مرکز کے طور پر ابھرتا ہے۔ شاعری کے علاوہ اب اردو نثر پر بھی بالخصوص توجہ دی جانے لگی۔ نیز اس کے فروغ کے لیے کئی اقدامات بھی کیے گئے۔ دہلی کے اجڑنے (۱۸۵۷ء) کے بعد تو لاہور اور بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان وادب کے لیے انقلابی سطح پر اقدامات (۱) انگریزوں ہی نے اٹھائے ہیں۔ گو کہ انہوں نے یہ وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مفاد میں کیے لیکن اس کا بالواسطہ اور دوررس فائدہ اردو زبان وادب کو ہوا۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ انیسویں صدی کے وسط تک فارسی سرکاری اور علم و ادب کی زبان کے طور پر رائج رہی ہے۔ انگریزوں نے اپنے اقتدار کے استحکام ودوام کے لیے فارسی کی سرکاری

* شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

حیثیت کو ختم کرنا چاہا۔لہذا پہلے انگریزی زبان اور بعدازاں اس کے نفاذ میں درپیش مشکلات کی وجہ سے اس کی جگہ اردو زبان کو رائج کیا۔ زبان تہذیب وثقافت کا مظہر ہوتی ہے اس لحاظ سے فارسی مسلمانوں کی ثقافت کا واحد نشان تھی۔جس کے بولنے اور سمجھنے والوں میں ہندو مسلم کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ چنانچہ انگریزوں نے مسلمانوں کی آخری ثقافتی نشانی ''فارسی زبان'' کو مٹانے کی کوششیں جاری رکھیں جو ان کی حکومتی پالیسی کا حصہ تھیں۔

فارسی زبان کو یک دم منسوخ کرنا اس قدر آسان نہ تھا۔اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی میں کلکتہ سے جاری کیا گیا۔لیکن لوگ فارسی سے زیادہ مانوس تھے یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں اس کی مانگ کم ہونے کی بناء پر اس کے ناشرین نے یہ اخبار جون ۱۸۲۲ء کے اواخر میں فارسی زبان میں شائع کرنا شروع کر دیا۔ ہر چند کہ ایک سال بعد پھر سے اس نے اردو زبان کی جانب رجوع کیا لیکن اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ فارسی کی بجائے اردو کی مانگ میں اضافہ ہوا بلکہ اس کے جاری کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یورپی باشندے جو اردو کا ذوق رکھتے تھے ان کے لیے پڑھنے کا مواد فراہم کیا جائے۔ چنانچہ فارسی اخبار کو برقرار رکھتے ہوئے ''جام جہاں نما'' کا اردو ضمیمہ شائع ہونے لگا۔ بعدازاں ضمیمہ بھی بند کرنا پڑا۔ یہ واقعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ فارسی کو اردو زبان سے تبدیل کرنا انگریزوں کے لیے آسان نہ تھا۔شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس مسئلے کا حل ۱۸۳۴ء میں فارسی کی بجائے اردو زبان کو سرکاری حیثیت دینے میں تلاش کیا۔نتیجتاً سرکاری سرپرستی کی بنا پر کئی اردو اخبارات بھی نکلنا شروع ہو گئے۔ (۲)

۱۸۳۵ء میں اردو انتظامی اور عدالتی سطح پر ملکی اور دیسی زبان تسلیم ہو کر فارسی کی جگہ سرکاری دفاتر میں بھی استعمال ہونے لگی۔ رفیق یار خان یوسفی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ''عدالتی اور قانونی زبان کی حیثیت سے اردو کی وسعت اور صلاحیت'' میں اردو زبان کے برتاؤ کا نقشہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

> ''عدالتوں میں ہر سطح پر اردو کے چلن کو عام کرنے کے لیے روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ جس کے نتیجے میں عدالتیں اپنی تمام کارروائی اردو میں انجام دینے لگیں۔تھانے سے لے کر عدالت عظمیٰ کی سطح تک ہر طرح کی کارروائی اردو میں ہونے لگی۔ رپٹ اردو میں لکھوائی گئی، چالان اردو میں لکھے جانے لگے گواہیاں اردو میں دی جانے لگیں۔ بیانات اردو میں قلمبند ہونے لگے۔عدالتوں میں بحث اردو میں ہونے لگی۔ فیصلے اُردو میں دیئے جانے لگے۔غرض یہ کہ دفتری اور عدالتی زبان کی حیثیت سے اردو بہ حسن و خوبی اپنے فرائض انجام دینے لگی۔ وکلاء حضرات بھی اپنے معروضات اردو میں پیش کرتے تھے۔اس طرح اردو زبان عدالتی کارروائیوں میں خود کفیل ہو گئی تھی حالانکہ قوانین انگریز کے بنائے ہوئے تھے لیکن ان کے بیان کرنے، تشریح کرنے یا ترجمے کرنے میں کوئی مشکل یا دقت پیش نہیں آرہی تھی۔'' (۳)

سرکاری سمن، پروانے، احکامات اور اکثر تجاویز اردو میں تحریر ہونے لگتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ۱۸۵۹ء تک اکثر فیصلے اور بیعہ نامے وغیرہ فارسی ہی میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ قانونی اردو نثر میں اجنبی ترکیبوں اور عربی فارسی الفاظ کی ملاوٹ سے زبان میں صفائی اور سلاست پیدا نہ ہوسکی تھی۔ درحقیقت زبانی ادائے مطلب کے لیے عموماً اردو میں بات چیت کی جاتی تھی مگر کتابیں،مضامین بلکہ چھوٹے چھوٹے رقعوں اور خطوط میں فارسی زبان بدستور لکھی جارہی تھی۔نتیجہ یہ کہ فارسی کو یکسر ختم کرنا ہرگز آسان نہ تھا۔اس سے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ اگرچہ فارسی زبان کا عہد حکومت ختم ہورہا تھا اور اس کی جگہ اردو زبان لے رہی تھی لیکن اس عہد کے لوگوں کی رگوں میں فارسی زبان چونکہ خون کی طرح سرایت کرتی تھی اس لیے ان سے فارسی کو جدا کرنا گویا گوشت کو ناخن سے جدا کرنے کے مترادف تھا۔

تعلیمی میدان پر نگاہ دوڑائیں تو انیسویں صدی کی چوتھی دہائی (۱۸۳۳ء) میں میکالے کے تعلیمی کمیشن اور اس کی سفارشات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پالیسی کے ذریعے انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر فارسی کی حیثیت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ لارڈ ولیم بینٹنگ کی پیش کردہ قرارداد میں ذریعہ تعلیم انگریزی قرار پایا۔جس میں کہا گیا کہ ''گورنر جنرل اجلاس کونسل کی یہ رائے ہے کہ حکومت برطانیہ کا بڑا مقصد اہل ہند میں یورپین لٹریچر اور سائنس کی اشاعت کرنا ہے جس قدر قوم مقاصد تعلیم کے لیے مخصوص ہیں وہ صرف انگریزی تعلیم پر صرف ہونی چاہیں۔''(۴) اس سے قبل سرکاری وغیر سرکاری سطح پر مشرقی زبان وعلوم کی تعلیم دی جاتی تھی جس کو حکومت کی تائید بھی حاصل تھی۔ اس لیے اس نئی قرارداد پر بہت لے دے ہوئی۔اس قرارداد کی وجہ سے مدارس میں عربی، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم پر انگریزی زبان حاوی ہوگئی کیونکہ اس قرارداد کا مقصد ہی یہ تھا۔جس کے مطابق ''۱۸۳۵ء میں لارڈ ولیم بینٹنگ گورنر جنرل نے بہ ترغیب واتفاق رائے لارڈ میکالے بذریعہ ریزولیوشن یہ تصفیہ کیا کہ اصل مقصد تعلیم اشاعت علوم انگریزی ہے اور مشرقی علوم بے کار ہیں کیونکہ انگریزی تعلیم دینا قرین مصلحت تھا۔''(۵)

سرکاری تعلیمی کمیٹی (۱۸۳۵ء) کے قیام سے انگریزی زبان کی فوقیت وعظمت کو تسلیم کرلیا گیا لیکن فارسی کے مقابل اسے فروغ دینا ابھی ممکن نہ تھا لہذا فی الحال اس کے لیے اردو زبان کا انتخاب کیا گیا اور اسے فروغ دینے کے لیے اس کی سرکاری سرپرستی کی گئی۔ یہ تیسرا واقعہ تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ فارسی کو ختم کرنا آسان اقدام نہ تھا۔ چنانچہ نتیجتاً انگریزی کو تعلیمی اور دفتری زبان کے طور پر تسلیم کرلیا گیا اور نچلی سطح (تھانے، کچہری، پٹواری، چونگی، محصول داری) پر اول اردو زبان استعمال میں آتی جبکہ اعلیٰ سطح پر انگریزی زبان کا چلن رہا۔ پنجاب بھی جب انگریزی قلمرو کا حصہ بنا تو یہاں کی سکھ حکومت میں فارسی زبان ہی رائج تھی یہ وہ واحد صوبہ تھا جہاں فارسی زبان کا دور دورہ زیادہ عرصہ رہا اور جو سب سے آخر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری میں شامل ہوا۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء میں لاہور سمیت پنجاب کے دیگر اضلاع کے دفاتر میں بھی اردو زبان کے نفاذ کا حکم جاری ہوا۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے

قابل ہے کہ اردو کو بطور دفتری زبان کے استعمال کا آغاز وارتقا بھی پنجاب سے ہوا۔(۶)

پنجاب میں انگریزوں کے لیے اس وقت انتظامی بحران پیدا ہو گیا۔ جب انگریزی عدالتوں کے سامنے مقدمات میں انگریزی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے شہادتوں کی پیشی میں مشکلات اور پیچیدگی پیدا ہونا شروع ہوئی۔عوام فارسی، اردو اور مقامی بولیاں جانتے اور سمجھتے تھے جبکہ انگریزی سے اتنی شدبد نہ رکھتے تھے۔جس کی وجہ سے مسائل پیش آنا شروع ہو گئے۔جن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عدالتوں کے ریڈر معاونت کرتے تھے۔لیکن ان کی طرف سے کیے جانے والے ترجمے بھی مسائل کا باعث بنتے وجہ یہ تھی کہ بہت سے مقامی الفاظ اور اصطلاحات کا انگریزی میں ترجمہ کرنا محال ہو جاتا تھا۔پھر یہ کہ انگریزی کی اعلیٰ تربیت کا وسیع پیانے پر اہتمام بھی اسقدر آسان کام نہ تھا کہ اہل کاروں سے لے کر عوام تک سب کو انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے جاسکتے۔

چنانچہ مسئلہ کے حل کے لیے ۱۷ مئی ۱۸۴۹ء میں سیکرٹری بورڈ آف ایڈمنسٹریشن جی جے کرسچن کی طرف سے لاہور، لیہ، جہلم کے کمشنروں، پشاور اور ہزارہ کے ڈپٹی کمشنروں، سیشن ججوں اور پہاڑی ریاستوں کے منتظمین کو مراسلہ لکھا گیا۔جس میں ان سے رائے طلب کی گئی کہ مقامی کارروائی کے لیے نئے مفتوحہ علاقوں میں کونسی زبان استعمال کی جائے۔مزید یہ کہ بیشتر علاقوں میں چونکہ اردو اور فارسی زبان کا استعمال عام ہے اس لیے کیوں نہ انہی زبانوں کو دفتری امور کے لیے استعمال کیا جائے۔کمشنر لاہور نے اردو، مسٹر برونگ نے پنجابی، میجر ایڈورڈ نے فارسی کو دفتری زبان بنانے کی تجویز دی۔ان آراء کو جمع کرنے کا معاملہ بورڈ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں سرایچ ایم لارنس اور جی ایم منسن شامل تھے۔انہوں نے یہ سفارش کی کہ اردو کو دفتری زبان کی حیثیت سے نافذ کیا جائے لیکن عدالتوں میں بیانات اور گواہیاں فارسی میں بھی لی جاسکتی ہیں۔پشتو، ملتانی، پنجابی، بولیوں کی حیثیت کو تسلیم کیا جائے گا لیکن ان بولیوں میں پیش کردہ بیانات اور گواہیوں کے مصدقہ اردو ترجمہ کی نقل پریذائیڈنگ افسر کارروائی کے بعد داخل دفتر کرے گا۔نیز یکم جون ۱۸۴۹ء سیکریٹری بورڈ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ لاہور پشاور، ملتان، لیہ، جہلم اور ہزارہ ڈویژن کے لیے اردو زبان کے استعمال کی سفارش کی جائے۔جواباً ۷ جون ۱۸۴۹ء کو پشاور کے ڈپٹی کمشنر میجر کیپٹن لارنس، ۲۷ جون ۱۸۴۹ء کو سندھ بار کے ڈپٹی کمشنر، کمشنر ملتان ڈویژن، ڈپٹی کمشنر ہری پور ہزارہ، ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان نے فارسی ہی کو عدالتی و دفتری زبان رکھنے پر زور دیا جبکہ کمشنر جہلم ڈویژن ایڈورڈ تھارنٹن، ڈپٹی کمشنر ضلع گجرات، ڈپٹی کمشنر شاہ پور، ڈپٹی کمشنر ضلع راولپنڈی، ڈپٹی کمشنر لیہ اور کمشنر لاہور ڈویژن نے اردو زبان کے حق میں فیصلہ دیا۔

کمشنر لاہور ڈویژن نے ۲۸ جون ۱۸۴۹ء کو یہ فیصلہ اس لیے دیا کہ لاہور ڈویژن میں اردو پہلے ہی استعمال ہو رہی تھی۔چنانچہ یہ سرکاری زبان قرار دیئے جانے کی اہل تھی۔۱۷ اگست ۱۸۴۹ء کو مذکورہ بالا تمام افسران کی آراء کے پیش نظر بورڈ نے درخواست کی کہ لاہور اور جہلم ڈویژن اور جھنگ، پاکپتن کے اضلاع میں اردو دفتری و

عدالتی زبان ہوگی اور پنجاب کے دیگر علاقوں میں فارسی کو حسبِ دستور قائم رکھا جائے گا۔ سر جان لارنس نے ایک نوٹ تحریر کیا کہ اپریل ۱۸۵۱ء کے ایک حکم نامہ کی رو سے پنجاب کی تمام عدالتوں میں اردو کو سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی تحریر کیا گیا کہ ہر چند ان علاقوں میں فارسی اور اردو زبانیں یکساں طور پر رائج ہیں لیکن اردو کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ ''لنگوا فرینکا'' یعنی تمام ہم عصر زبانوں میں ممتاز ہے بلکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں جہاں اور زبانیں مروج ہیں یہ بھی سمجھی جاتی ہے چونکہ اس زبان کے ذریعہ ہندوستان کے ہر حصہ میں کام چلایا جا سکتا ہے اس لیے رابطہ کے لیے بہتر زبان یہی ہے۔ لہٰذا اردو زبان کے نفاذ سے اس کی ترقی و ترویج میں بھی مدد ملے گی۔ تاریخ شاہد ہے کہ انگریزی اقتدار جس کی ابتدا مدارس، کلکتہ، بمبئی سے ہوئی اس وقت اردو زبان اتنی شستہ اور ترقی یافتہ نہ تھی جیسی انگریزی اقتدار کے بعد ہوئی۔ اگر ہندوستان کے تمام حصوں میں عام کاروبار کی ضرورتوں کو بااحسن خوبی پورا کر سکنے کی صفت اور صلاحیت اردو زبان میں نہ ہوتی تو انگریزوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ مدارس، بنگال یا گجرات کی بولیوں کو چھوڑ کر خواہ مخواہ اس زبان کو ان پر ترجیح دیتے کیونکہ اجنبیت کے لحاظ سے تو ان کے لیے سب زبانیں یکساں تھیں۔ لیکن انگریز حکمرانوں کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اردو کے مقابلے میں کسی اور مقامی زبان میں تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کی ایسی جامع صلاحیت موجود نہیں ہے۔ غرض عدالتوں میں اردو بان رائج ہونے سے مقدمات کے فیصلے بھی اردو زبان میں تحریر کیے جانے لگے۔ یہ فیصلے ہر قسم کے مقدمات پر مبنی تھے۔ جن کی تعداد لاکھوں میں بتائی جاتی ہے۔ (۷)

اردو کے بطور دفتری زبان کے نفاذ میں کئی رکاوٹیں بھی آئیں۔ اردو پنجابی کا مسئلہ ہوا بعد ازاں اردو ہندی قضیہ شروع ہو گیا۔ جس نے وقت کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کر لی۔ اردو رومن رسم الخط کی سفارشات پر بھی زور دیا گیا لیکن اس سب کے باوجود اردو زبان ارتقا کی منازل طے کرتی چلی گئی۔ الحاق پنجاب (۱۸۴۹ء) کے فوراً بعد لاہور میں اردو کا نفاذ ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء کے دوران جو درخواستیں اور دفتری کارکروائیاں فارسی میں ہو رہی تھیں ان میں سے اکثر کو اردو میں منتقل کیا جانے لگا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف سکھوں بلکہ انگریزوں کے ابتدائی دور میں ۱۸۵۰ء تک لاہور میں دفتری زبان فارسی، فرامین اور روبکاروں میں بدستور موجود تھی۔ اس ضمن میں ''نقل پروانہ دیگر'' (۸) ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ یہ نقل پروانہ ''موضع رتہ'' کی جاگیر کا ہے جس کا نصف سکھوں کے عہد میں پیر قلندر شاہ کی جاگیر میں چلا گیا اور بعد ازاں سرکار انگریزی نے بھی بحال رکھا۔ اس نقل پروانہ کی تاریخ تحریر ۱۸۵۰ء بمقام لاہور کی ہے۔ فارسی کی موجودگی میں اردو نثر کو دفتری کارروائیوں اور درخواستوں میں کس سرعت سے اپنایا جا رہا تھا۔ اس کا اندازہ ذیل کے اس مراسلے سے بھی ہوتا ہے جو ۲ جون ۱۸۵۱ء کا تحریر کردہ ہے اور پنڈت اجودھیا پرشاد (۹) اسسٹنٹ کمشنر تحصیلدار لاہور کی جانب سے فقیر سید نور الدین محمد بخاری کو در بارۂ عمارات بابت مرمت طلب کے لکھا گیا ہے۔

''جناب فیض مآب مخدوم ومکرم بندہ فیض بخش فیض رساں جناب فقیر خلیفہ نورالدین صاحب دام اقبالہ بعد گزارش تسلیمات کے التماس یہ ہے کہ منظوری صاحبان صدر ممالک پنجاب پیشگاہ صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور سے بنام کمترین حکم صادر ہوا ہے کہ کس قدر مکانات بادشاہی اور مقبرہ جات اور زیارت گاہ اس علاقہ میں لائق مرمت وتعمیر طلب ہیں اوران کی مرمت ضروری میں کیا خرچ آئے گا۔ فقط چونکہ عہد سرکار خالصہ میں کام مرمت مکانات سرکاری کا تفویض ملازمان جناب کے تھااور آپ کو حال جملہ مکانات بادشاہی زیارت گاہ اور مقبرہ اور مسجد کا جو لائق مرمت ہیں بخوبی معلوم ہوگا اس بات سے آپ کی خدمت مبارک میں گذارش کیا جاتا ہے کہ آپ معرفت کار پردازان اپنے کے براہ بندہ نوازی فہرست مکانات وزیارت گاہ وغیرہ معہ نام تعمیر کنندہ ومدت تعمیر بقیہ عہد بادشاہ مشہور حال بنام ایں کہ اور تخمینہ لاگت مرمت حال کے مرمت کرانے بہ معیاد دوروز کے عنایت فرمایئے کہ ہر چہار طرف شہر لاہور کے فلاں فلاں عمارت تعمیر کردہ شاہان سلف واقع ہے اور نیز مکانات زیارت گاہ اندرون شہر جو کہ نامی ہیں ان کا حال سب ارقام فرمایئے مثلاً مسجد وزیرخان، چوبرجی۔۔۔اور درگاہ ملک ایاز اور دیگر مکانات جو نامی ہوں اور لائق مرمت ہوں ان کا حال مفصل ارقام فرمایئے۔ کمال نوازش آپ کی ہوگی۔''(۱۰)

اردو کو انتظامی زبان بنانے کیلئے دفتری اردو اصطلاحات پر توجہ دی گئی۔ اگرچہ اس حوالے سے فارسی کو دفتری زبان رہنے کی وجہ سے خاصا دخل رہا لیکن ساتھ ہی انگریزی اور خالص اردو اوران زبانوں کی باہم آمیزش سے اصطلاحاتی عمل جاری وساری رہا۔ اس کے لیے تراجم کا سہارا بھی لیا گیا مثلاً کرنل کلارک کمشنر لاہور کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ''دستورالعمل داروغگان ممالک پنجاب درباب انتظام پولیس'' کے عنوان سے موتی لال (مترجم محکمہ چیف کمشنری پنجاب) نے کیا جو ۱۸۵۷ء میں مطبع پنجابی لاہور سے شائع ہوا۔ دفتری اور قانونی کتب اوران کے تراجم کی شرحیں بھی منظر عام پر آئیں جو سب سے زیادہ لاہور میں لکھی اور چھاپی گئیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

''کلید گنج امتحان مال'' مصنفہ پنڈت رام پرشاد (۱۸۵۱ء)، پندنامہ عیال داراں (۱۸۵۷ء)، پنجاب کا اردو نقشہ (۱۸۶۰ء) دستورالعمل، (مترجم) منشی حکم چند (۱۸۶۱ء)، بیوپاریوں کی پستک مصنفہ منشی سکھ دیال (۱۸۶۱ء)، تعزیرات کا اردو ترجمہ از مولوی عبدالطیف خان (۱۸۶۱ء)، ۶۲-۱۸۶۱ء پنجاب کے نظم ونسق کی رپورٹ (مترجم) پنڈت اجودھیا پرشاد (۱۸۶۲ء)، قانون دیوانی کا ترجمہ (۱۸۶۲ء)، کلید گنج امتحان قانونی (۱۸۶۲ء)، ضابطہ فوجداری (۱۸۶۲ء)، احکام سرکاری کا خلاصہ از پنڈت سورج بھان (۱۸۶۲ء)، تعلیمی رپورٹ ۱۸۶۲ء مصنفہ کپٹن فلر مترجم لالہ رام جی (۱۸۶۲ء)، قانون فوجداری (۱۸۶۲ء)، رہنمائے مجسٹریٹ (اسکیپ وک (Skipwick) کی کتاب کا ترجمہ) ۱۸۶۲ء گنج سوالات، کلید گنج سال گزاری کے قواعد (آرکسٹ کی کتاب کا

ترجمہ) ۱۸۶۳ء، آرکسٹ کی کتاب ''پنجاب کا قانون دیوانی کا ترجمہ''، قواعد بموجب ایکٹ مالگزاری پنجاب، ہدایت نسبت کمیٹی ہائے لوکل ریٹ، مجموعہ ایکٹ ہائے ۱۸۶۷ء، قانون دیوانی پنجاب (حصہ اول)، مجموعہ تعزیرات ہند، دفتر خانہ تحصیل از سورج بھان، قواعد پٹواریاں، مجموعہ قوانین تعزیرات ہند مترجم منشی عظمت اللہ، رونیو مینویل مصنفہ رابرٹ نیڈ ہم کسٹ کا ترجمہ دستور العمل (مترجم) پنڈت سورج بھان (۱۸۷۰ء)، قانون رسوم عدالت ہائے ہند مترجم سید محمد لطیف (۱۸۷۰ء)، دستور العمل داروغہ (۱۸۷۲ء)، دستور العمل پٹواریاں (۱۸۷۲ء)، ہدایت نامہ زمینداران (۱۸۷۲ء)، ہدایت نامہ مالگزاری (۱۸۷۲ء)، ہدایت نامہ پٹواریاں، مفید مالگزاری (۱۸۷۲ء)، کلید گنج مال (۱۸۷۲ء)، پنجاب کا قانون دیوانی از جی ڈی ٹرملٹ مترجم پنڈت سورج بھان، اصول قانون دیوانی (حصہ دوم)، اصول دستور قانون دیوانی پنجاب (۱۸۷۲ء)، مجموعہ قوانین دیوانی پنجاب مرتبہ لالہ جیون داس، دستور العمل تحصیلداران، دستور العمل جیل خانہ جات مجریہ رابرٹ مٹگمری، رسالہ علم اصول قانون مارکسی بلیکسٹن کی تشریحات قوانین انگلستان (مترجم) مولوی محمد حسین، تعلیم پٹواریاں از ٹیک چند (۱۸۷۷ء)، رسالہ علم اصول قانون از ای ڈبلیو پارکر مترجم مولوی محمد حسین (۱۸۸۴ء) کے علاوہ لالہ مدن گوپال (۱۱) نے میونسپل ایکٹ، ایکٹ مرزا عان پنجاب، ایکٹ لگان پنجاب، لوزا یکٹ پنجاب وغیرہ لکھیں۔(۱۲)

دفتری اردو نثر کے لیے پنجاب گزٹ میں بے شمار قواعد وضوابط کے تراجم اور اشتہارات بھی اردو میں شائع کیے جاتے تھے۔ نتیجتاً دفتری، انتظامی وعدالتی سطح پر اس زبان میں کارروائی کرنے کے لئے کوئی دقت نہ رہی تھی۔ یکم مئی ۱۸۵۸ء کو دفتری اردو نثر کی ترویج واشاعت کے مقصد کے لیے ڈبلیو ڈی آرنلڈ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب کی ایما پر پہلا ماہوار اخبار ''سرکاری اخبار'' کے نام سے لاہور سے جاری کیا گیا۔ جو پنجاب بھر میں بے حد مقبول ہوا۔ اس کی ادارت پنڈت دیوان اجودھیا پرشاد کے سپرد تھی۔ ۱۸۶۰ء میں بابو چندر ناتھ متر بھی اس کے ایڈیٹر رہے۔(۱۳) گارساں دتاسی نے اپنے خطبہ ۷ دسمبر ۱۸۶۳ء میں ''سرکاری اخبار'' کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

> ''اس کے اوپر برطانیہ عظمیٰ کے آلات حرب کا طغریٰ موجود ہے یہ اخبار لاہور میں سرکاری لتھیو پریس میں چھپتا ہے یہ رسالے کے طور پر چھوٹی فولیو تقطیع میں طبع ہوتا ہے۔ ہر صفحے میں دو کالم ہوتے ہیں۔ پنڈت اجودھیا پرشاد اس کے ایڈیٹر ہیں جو متعدد ہندوستانی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ یہ ہر مہینے کی پہلی کو نکلتا ہے اس بات کو بھی خاص طور پر لکھا گیا ہے کہ اس رسالے کے کاتب کا نام محمد علی خطاط ہے۔''(۱۴)

''سرکاری اخبار''(۱۵) میں ہر مہینے کی خبروں کا خلاصہ نئے تقرر وتبادلے کی خبریں، اہم فیصلوں کی نقول، منڈیوں کے بھاؤ، سرکاری حکم ناموں کے علاوہ قوانین وقواعد اور اصول وضوابط کا اردو ترجمہ بھی اس میں شائع ہونا شروع ہوا۔ ''شجرہ خاندانی منشی محمد عظیم'' میں اس کی بابت لکھا ہے کہ ''اس کی غرض یہ تھی کہ قوانین احکام سرکاری سے زمیندار واقف ہوں اپر پٹواری ونمبردار کو وہ مفت بھیجا جاتا تھا۔ تقرر وتبدیلی رخصت، ملازمان سرکاری، کارندگان و

دیہات اخبارات میں درج کی جاتی تھی‘‘۔(۱۶) یہ دفتری اخبار علمی وادبی مندرجات کا حامل بھی تھا۔اس کے علاوہ اس کے تتمہ میں سرکاری احکامات بھی شائع ہوتے تھے۔جس کا نام ہی ’’تتمہ سرکاری اخبار‘‘ تھا۔بقول دتاسی ’’اسے صوبہ پنجاب کا پولیس گزٹ سمجھنا چاہیے‘‘(۱۷) ’’سرکاری اخبار‘‘ دس برس بعد ۱۸۶۸ء میں بند ہوگیا اور یکم جنوری ۱۸۶۹ء(۱۸) کو دوبارہ جاری ہوکر جولائی ۱۸۶۹ء میں بند کردیا اور اس کی جگہ اخبار ’’اتالیق پنجاب‘‘ کے نام سے ایڈیٹر پیارے لال آشوب اور سب ایڈیٹر مولانا محمد حسین آزاد کی ادارت میں جاری ہوا۔۳۰ جنوری ۱۸۶۹ء کے ’’اکمل الاخبار‘‘ دہلی میں عقیدت مندانہ نوٹ کے ساتھ اس اخبار کا اشتہار(۱۹) شائع ہوا۔پیارے لال آشوب اور محمد حسین آزاد کی کاوشوں نے اس کا ایک معیار قائم کیا۔جسے ۲۴ اگست ۱۸۶۹ء کا ’’پنجابی‘‘ اخبار سراہتے ہوئے لکھتا ہے:

> ’’جس آب ورنگ سے یہ اخبار ان کے اہتمام میں جاری رہا ایک عالم نے دیکھا کوئی دنوں تک قلم خاص سے لکھا جاتا تھا کوئی اخبار اس سے لگا ؤ نہ کھاتا تھا۔مضامین ویسے بھی آبدار مملوانہ فوائد ہوتے تھے۔ایسے ایسے علمی آرٹیکل دیئے جاتے تھے جو اردو میں کبھی شائع نہ ہوئے تھے اور مرغوب ایسے کہ شاید اب تک بھی اخباروں میں اگر ان کی نقل چھپتی تو عجب نہیں۔خبریں ویسی ہی تھیں اور دلچسپ ہوتی تھیں کوئی اخبار اس کی ہمسری و برابری مضامین علمی نہ کرسکتا تھا۔زبان اس کے نہایت اردوئے معلیٰ تھی۔کوئی کلمہ اس کا ملاحت ولطف سے خالی نہ تھا۔‘‘(۲۰)

مزید یہ کہ ’’اس اخبار کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ یہ کوہ نور کے مقابلے میں حقیقی معنوں میں ایک اچھا اخبار تھا۔خبروں اور اعلانات کے علاوہ اردو ادب پر مضامین درج ہوتے تھے اور یہ دیہات تک بھی پہنچتا تھا۔‘‘(۲۱)

’’سرکاری اخبار‘‘ کے علاوہ اردو نثر میں قانون کا پہلا ماہوار رسالہ ’’گنج شائگاں‘‘ (۱۸۶۰ء) بھی لاہور ہی سے جاری ہوا جو بعد ازاں پندرہ روزہ ہوگیا۔اس میں بھی حکومت کے احکام وقوانین درج ہوتے تھے۔منشی ہرسکھ رائے اس رسالے کے مالک اور فضل الدین مہتمم تھے اور یہ مطبع کوہ نور سے شائع ہوتا تھا۔اخبار ’’کوہ نور‘‘ میں اس رسالے کے بارے میں جو اعلان شائع ہوتا تھا اس سے اس کی نوعیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

> ’’یہ قانونی رسالہ بہ منظوری گورنمنٹ پنجاب مہینے میں دوبار دوحصوں میں چھپتا ہے جس میں ترجمہ فیصلہ جات دیوانی وفوجداری چیف کورٹ اور صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کا بہت صحت کے ساتھ مع ترجمہ ایکٹ ہائے کونسل وضع آئین وقوانین ہندو سرکلر (کذا) چیف کورٹ پنجاب وصاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب صاحب انسپکٹر جنرل پولیس ورجسٹری دستاویزات پنجاب واحکام متفرق گورنمنٹ پنجاب وگورنمنٹ ہند وخلاصہ فیصلہ جات ہائی کورٹ ہائے کلکتہ والہ آباد وبمبئی ومدارس مع نظایر عدالت العالیہ (کذا) کونسل چاہتا ہے۔‘‘(۲۲)

اس رسالے میں مطبع کوہ نور سے شائع ہونے والی قانون کتب کی فہرستیں بھی چھپتی تھیں۔ اسی نوعیت کا ایک اور رسالہ ''انوار الشمس'' (۲۳) (۱۸۶۷ء) بھی لاہور سے ''گنج شائگاں'' کے ساتھ ہی شائع ہوتا تھا۔ ان دونوں رسالوں کی ادارت پنڈت سورج بھان کے سپرد تھی۔ ''گنج شائگاں'' سے قانونی اور دفتری اردو نثر کو ملنے والے فروغ اور اسلوب کا اندازہ ذیل کے اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

''ریزرولیوشن

جناب وائسرائے بہادر باجلاس کونسل معافی عطیہ ۱۸۵۹ء کی شرائط پر غور فرما کر اشتہار دیتے ہیں کہ بغاوت کے سرغنہ لوگوں کی معافی کی نسبت جو استثناء تھا وہ اب اٹھا لیا گیا ہے۔ لہذا یہ لوگ اس شرط پر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آئیں کہ حکام ضلع کو اپنی واپسی کی اطلاع کر دیں اور آئندہ کو نیک چلن رہیں مگر ضرور ہے کہ ایسے لوگ جب کبھی اپنے مقام یا ضلع کی حدود سے باہر جانا چاہیں تو اول حکام ضلع کو اس امر کی اطلاع کر دیں۔ قاتلوں اور فوج کے باغیوں کے سرغنہ کی نسبت استثنائے مذکورہ قائم رہے گا اور اشتہار مندرجہ بالا کی کوئی عبارت سابق بادشاہ دہلی کے بیٹے فیروز شاہ کے متعلق نہ ہوگی۔'' (۲۴)

قانونی اور عدالتی نثر کا ایک اور نمونہ مولوی محمد حسین کے ترجمہ کردہ رسالہ ''علم اصول قانون'' سے ملاحظہ ہو:

''علم اصول قانون کی حدود علم اخلاق کی حدود کی مانند فقط عمل انسان کی حدود سے معین ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس سوال کو مقنن کی عمل نظر سے دیکھیں تو ایک خاص ظاہر حد معین ہو سکتی ہے اور یہ بات کہ مقنن کا عمل نظر کیا ہے، اس وقت بخوبی سمجھ میں آوے گا جب ہم مکافات یا تہدید قانون کے معیار پر بحث کریں گے۔ بنتھم صاحب فرماتے ہیں کہ تمام افعال انسانی کی وجہ محرک یہ بات ہے کہ انسان خوشی کی خواہش رکھتا ہے اور تکلیف و رنج جو کسی طریقہ عمل سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہے مکافات یا تہدید ہوتی ہے انسان سے وہ فعل کراتی ہے۔۔۔'' (۲۵)

اردو کی دفتری اور عدالتی دستاویزات کے قدیم نمونے جہاں اردو نثر کی ابتدائی نشوونما اور ترقی کے لیے ماضی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں وہیں ان سے اسلوب اور ہیئت کے ضمن میں ہونے والے سابقہ تجربات بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ میاں محمد اسلم نے اپنی کتاب ''اردو کے قدیم عدالتی نمونے دستاویزات پنجاب کی روشنی میں'' ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۵ء تک کے مختلف مقدمات اور فیصلوں کے ضمن میں ہونے والی مراسلت کا اندراج کیا ہے۔ جس سے عدالتی اردو نثر میں اس وقت کے رائج اسلوب نگارش کا یہ قدیم نمونہ سامنے آتا ہے:

''جناب عالی

جناب کمشنر بہادر حال دہلی نے منشائے طلب کیفیت جناب جوڈیشل کمشنر بہادر سابق کا دروجہ گزاشت جائداد از اں خاص فدوی واز اں مادر فدوی کے ایمائے قرقی

کا بہ نسبت اس جائیداد کے تصور کر کے خلاف تحقیقات سابق وحال جناب صاحب
ڈپٹی کمشنر وصاحب کمشنر سابق وخلاف آئین مجوزہ گورنمنٹ واحکامات ایکٹ ۲۵/
۵۷ء ودفعہ دھم ایکٹ ۹-۵۹ء خلاف قانون سول کورٹ مجوزہ بندگان حضور وخلاف
اشتہار مجریہ جناب ملکہ معظّمہ دام اقبالہا رائے اپنی بحضور جوڈیشل کمشنر اس طرح لکھی
کہ جس خاندان میں سے کسی ایک سے بھی جرم ہوا ہو سو جائداد اس کے لواحقوں کی
قابل ضبطی ہے۔ خداوندا جو رائے صاحب ممدوح محض خلاف قواعد سرکار ہے کس لئے
کہ بموجب احکام قوانین سرکار ظاہر ہے کہ باپ کرے تو باپ پاوے اور بیٹا کرے تو
بیٹا علاوہ اس کے میری اور میری ماں کو سراپا حق تلفی ہے کس لئے کہ جو جائداد منقولہ و
غیر منقولہ قاضی فیض اللہ تخمیناً بقدر چالیس ہزار روپے کی تھی وہ نیلام ہوئی بعض ضبط ہے
اس جائداد گزاشت شدہ میں کچھ حق قاضی مذکور نہیں ہے حضور ملاحظہ قبالجات موسومہ
فدوی وموسومہ مادر فدوی فرما کر اور نیز تحقیقات سابقہ جناب ڈپٹی کمشنر کی تحقیقات
حال صاحب ممدوح وتحقیقات صاحب کمشنر بہادر سابق فرما کر مجھ ناکردہ گناہ کی داد
رسی فرمائیں اور فہرست جائداد کی کہ جو بنام قاضی مذکور نیلام ہوئی اور ہنوز مستغرق
ضبطی ہے ملاحظہ حضور گزارنتا ہوں اور باقی حال عرضی مشمولہ کورغذمثل معروضہ ۱۵ مئی
سن حال جو فدوی نے بحضور جناب جوڈیشل کمشنر گزرانی واضح رائے عالی ہوگا۔
آفتاب حکومت واقبال تابان رہے اور واضح رائے عالی ہو کہ جائداد میری گزاشت
ہوئی وہ اس فہرست سے خارج ہے فقط

عرضے

فدوی محمد یعقوب ساکن دہلی

حال وارد لاہور

معروضہ ۱۸ مئی ۱۸۶۱ء"**(۲۶)**

دفتری اردو نثر کے اسلوب کا جائزہ لیا جائے تو دستیاب نمونوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے پہل مغلق تراکیب، پیچیدہ جملے، اور دوراز کار اصطلاحات استعمال کی جاتیں تھیں۔ جو بعد ازاں ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے سادگی اور روانی سے متصف ہوئیں پھر اصطلاحات کے تراجم اور اصطلاحات سازی کے عمل کو بھی جاری رکھا گیا مثلاً ازالۂ حیثیت عرفی، حق شفع، انشائے قبض الوصول، ہنڈی، واجب الادا، ڈاک چوکی، چوکیدار، تھانہ جیسے الفاظ دفتری اصطلاحات اور بول چال کی زبان میں درج بس گئے۔ ایسے مراسلات یا دستاویزات جن کی ترسیل عوام کو کی جاتی تھی ان کا اسلوب قدرے سادہ اور واضح ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ایسی دستاویزات، شرحیں، کیفیت نامے اور دفتروں کی باہمی خط وکتابت کی زبان خالص تکنیکی اور اصطلاحات سے مزین ہوتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی

عہد کے ابتدائی دور میں اردو دفتری اور عدالتی زبان کے طور پر نہ صرف رائج ہوئی بلکہ عدالتی اور دفتری ضرورتوں اور تقاضوں کو بااحسن طریقے سے پورا بھی کرتی رہی۔ چنانچہ دستیاب ہونے والی قانونی اور دفتری نثری کتب کی بناء پر ڈاکٹر عطش درانی نے احسن مارہروی کی ''تاریخ نثر اردو'' کا یہ دعوی بجا طور پر غلط ثابت کیا ہے کہ ۱۸۹۵ء سے قبل پنجاب میں کسی قانونی یا دفتری نثر کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ (۲۷) قانونی نثر کے ارتقا ہی کا ثمر ہے کہ عہد حاضر میں نمبردار، تحصیلدار، پٹواری، محکمہ مال، محکمہ پولیس کے علاوہ نچلی سطح پر تمام تر عدالتی کارروائی اردو ہی میں ہوتی ہے۔ دفتری اردو نثر بالکل الگ مزاج رکھتی ہے درحقیقت اردو زبان زیادہ تر ادبی طور پر نثر میں برتی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس زبان کا عمومی مزاج ادبی ہے۔ چونکہ اس میں شعروشاعری کا چرچا رہا ہے اس لیے یہ ادبی زبان اپنے مخصوص لب ولہجے اور برتاؤ کے اعتبار سے جذباتی اور شاعرانہ بھی ہے۔

زبان کے محل استعمال سے اس کا مزاج متعین ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتی، دفتری، کاروباری اور ادبی حیثیت سے اس کا مزاج مختلف ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہر چند کہ اردو زبان کا عمومی مزاج اور استعمال ادبی ہے لیکن اسکی وسعت کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں عدالتی، دفتری، انتظامی، کاروباری، اخباری امور کو سرانجام دینے کی بھی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کا قیام، اردو لغت کی کتابوں کی تیاری، اردو کو سرکاری زبان قرار دینا اور دفتری وعدالتی کارروائی اردو زبان میں کرنا مختلف صوبوں میں محکمہ تعلیم کا قیام وغیرہ۔

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''صحافت پاکستان وہند میں'' مصنفہ عبدالسلام خورشید، لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء

۳۔ رفیق یارخان یوسفی: ''عدالتی اور قانونی زبان کی حیثیت سے اردو کی وسعت اور صلاحیت'' (غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی) کراچی، جامعہ کراچی، ۱۹۹۳ء، ص: ۶۵

۴۔ شگفتہ زکریا، ڈاکٹر: ''اردو نثر کا ارتقا''، لاہور، سنگت پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۱۳

۵۔ عبدالقیوم، ڈاکٹر: ''حالی کی اردو نثر نگاری'' لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول، دسمبر ۱۹۶۴ء، ص: ۲۲

۶۔ اس کا اندازہ اس ضمن میں ہونے والی خط وکتابت سے ہوتا ہے اس کے لیے ملاحظہ ہو: The Development of Urdu as Official Language, Lahore, 1849-1974

۷۔ ان مقدمات کے فیصلوں کی اردو نثری تحریروں کے لیے ملاحظہ ہو رفیق یارخان یوسفی کا مقالہ ''عدالتی اور قانونی زبان کی حیثیت سے اردو کی وسعت اور صلاحیت'' اور ''اردو کے قدیم عدالتی نمونے دستاویزات پنجاب کی روشنی میں'' مصنفہ میاں محمد اسلم

۸۔ فرح بخش فرحت، پیر: ''اذکار قلندری''، لاہور، حمایت اسلام پریس، ۱۹۵۷ء، ص: ۱۶-۱۷

۹۔ پنڈت لالہ اجودھیا پرشاد دہلی کے رہنے والے تھے، اجمیر کالج کے تعلیم یافتہ اور انگریزی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ دلی کالج میں مدرس ہو گئے۔ دہلی ورنیکلر، ٹرانسلیشن سوسائٹی کے لیے ''علم مساحت'' اور ''رسالہ ہیئت'' کا ترجمہ کیا۔

لاہور کے تحصیلدار اور ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن اور ''سرکاری اخبار'' (یکم مئی ۱۸۵۸ء) کے کیوریٹر اور مترجم بھی رہے۔ انگریز حاکموں نے انہی کے ذریعے ۱۸۵۰ء میں لاہور شہر کی مردم شماری کی جس کے مطابق اس وقت لاہور شہر کی آبادی پچاس ہزار تین سو پانچ تھی۔

۱۰۔ ایم اے رشید (مرتبہ) ''مفصل فہرست مخطوطات'' (جلد سوم) مشتمل بر خرامین، دستاویزات، مراسلات، مکتوبات و متفرقات، لاہور، عجائب گھر، ۱۹۷۲ء، ص: ۳۷

۱۱۔ رائے بہادر لالہ مدن گوپال، پیارے لال آشوب کے چھوٹے بھائی اور دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ بیرسٹر ہو کر لاہور آئے۔ پنجاب کے قابل وکیل خیال کیے جاتے تھے نیز کئی قانونی کتب کے مصنف بھی تھے

۱۲۔ یہ فہرست ''پنجاب میں اردو اور دفتری زبان'' مصنفہ عطش درانی، پنجاب گزٹ ۱۹ اپریل ۱۸۷۴ء، مقالات اور خطبات گارساں دتاسی۔ ''صوبہ شمالی و جنوبی کے اخبارات'' مصنفہ عتیق صدیقی ''جائزہ زبان اردو'' (مرتبہ) عبدالحمید، تعلیقات خطبات گارساں دتاسی، مصنفہ ڈاکٹر سلطان محمود حسین، کی مدد سے تیار کی گئی ہے۔

۱۳۔ سلطان محمود حسین، ڈاکٹر، سید: ''تعلیقات گارساں دتاسی'' لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول دسمبر ۱۹۸۷ء، ص: ۲۹۶

۱۴۔ گارساں دتاسی: ''خطبات گارساں دتاسی'' (حصہ اول) کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۵۴

۱۵۔ ''سرکاری اخبار'' کی نوعیت کی بابت دتاسی نے اپنے خطبات یکم دسمبر ۱۸۶۲ء، ۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء، ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء، ۳۰ دسمبر ۱۸۶۶ء میں کافی روشنی ڈالی ہے۔

۱۶۔ امداد صابری: ''اردو کے اخبار نویس'' (جلد اول)، دہلی، چوڑی والان، ۱۹۷۳ء، ص: ۲۶۲

۱۷۔ گارساں دتاسی، خطبات گارساں دتاسی (جلد اول)، (طبع دوم)، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۵۴

۱۸۔ ۳۰ جنوری ۱۸۶۹ء کے اکمل الاخبار دہلی میں اس اخبار کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ پیارے لال آشوب اردو مولانا آزاد کی ادارت میں جاری ہوا۔ ''اردو کے اخبار نویس'' (جلد اول) مصنفہ امداد صابری، ص: ۳۷۶

۱۹۔ اشتہار کے لیے ملاحظہ ہو ''اردو کے اخبار نویس'' (جلد اول) مصنفہ امداد صابری، ص: ۳۷۶

۲۰۔ ایضاً، ص: ۳۷۷

۲۱۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر: ''محمد حسین آزاد حیات و تصانیف'' کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۵ء، ص: ۲۱۵

۲۲۔ ''کوہ نور''، لاہور، شمارہ نمبر ۶، جلد ۳۹، ۱۸۸۷ء، ص: ۱۴

۲۳۔ اس میں سرکاری قوانین و احکام کا اردو ترجمہ اور عدالتوں کے فیصلے نقل کیے جاتے۔ ملاحظہ ہو تاریخ صحافت اردو، مصنفہ امداد صابری (جلد دوم)

۲۴۔ عطش درانی، ''پنجاب میں اردو اور دفتری زبان'' لاہور، نذیر سنز، سن ندارد، ص: ۱۷

۲۵۔ ایضاً، ص: ۱۹

۲۶۔ میاں محمد اسلم: ''اردو کے قدیم عدالتی نمونے دستاویزات پنجاب کی روشنی میں'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص: ۸۱-۸۲

۲۷۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''پنجاب میں اردو اور دفتری زبان'' مصنفہ عطش درانی